ماہنامہ الفرقان لکھنو

(اشاعت خاص بیاد بانی الفرقان حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ)

مرتب: مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی

اپریل تا اگست ۱۹۹۸ء صفحات ۶۷۶ قیمت ۱۱۵ روپے

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مرحوم ان خوش نصیب افراد امت میں ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے طویل عمر عطا فرمائی۔ الفرقان کا یہ خصوصی شمارہ ان کی یاد میں ایک شایانِ شان دستاویز ہے جس میں ان کی زندگی کے سارے نشیب و فراز جمع ہوگئے ہیں۔ یہ شمارہ حسب توقع مولانا مرحوم پر توصیفی اور تاثراتی تحریروں کا مجموعہ ہے۔ ان کے سعید وارثین نے ان کی سیرت کے مختلف پہلوؤں کو محفوظ کرکے اپنی نیازمندی اور سعادت مندی کا ثبوت فراہم کیا ہے جس کے لیے اس کے مرتب مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی مدظلہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔

اس خصوصی شمارہ کے بیشتر مضامین کا انداز ایک جیسا ہے۔ البتہ مولانا حنیف ملی نے مولانا مرحوم کی تصانیف کے حوالے سے انھیں یاد کیا ہے اور مولانا محمد زکریا سنبھلی نے ان میں سے معارف الحدیث اور قطب الدین ملا نے "دین و شریعت" کو بطور خاص اپنی تحریر کا عنوان بنایا ہے۔ ان تازہ مضامین کے علاوہ مختلف رسائل وجرائد میں انتقال کے معاً بعد شائع ہونے والی تحریریں بھی جمع کی گئی ہیں اور خاص بات یہ ہے کہ مولانا نعمانی مرحوم کی متفرق تحریروں کے اقتباسات اور اہم خطوط کا انتخاب بھی اس شمارہ کے اہم اجزا ہیں۔ آخری تحریر خود مرتب کے قلم سے ہے جو ایک طرح سے اس شمارہ کا خلاصہ وماحصل ہے۔ کچھ منظوم عقیدت پارے بھی ہیں۔

جس اہتمام اور سلیقہ سے یہ شمارہ مرتب ہوا ہے اس سے فاضل مرتب کی فنی مہارت واضح ہوتی ہے۔ ان کی یہ کوشش بھی لائق ذکر ہے کہ تمام مضامین کا رخ ایک ہی سمت میں رہے۔ چنانچہ جہاں کہیں قبلہ کج ہوتا نظر آیا اسے درست کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اس شمارہ کے تین مضامین خصوصی توجہ کے مستحق ہیں ایک مرتب کا آخری مضمون جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ دوسرے مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی کا مضمون اور تیسرے جناب محمد یونس سلیم کا مضمون یہ تینوں مضامین اس عہد کے بعض اہم مسائل (ISSUES) کے حوالے سے لکھے گئے ہیں اور ان میں غور و فکر کی خاطر بعض سوالات یا تو قائم کیے گئے ہیں یا از خود ان سے برآمد ہوتے ہیں۔

۱۹۳۶ء کے جنرل الیکشن کے بعد ملک کے مستقبل کے بارے میں بانی الفرقان کی یہ رائے ان کی سیاسی و دینی بصیرت کی غماز ہے۔

"کانگریس کے پیش نظر ملک کی تعمیر کا جو نقشہ ہے اس میں ہمارے عزائم کی تکمیل کے لیے کوئی گنجائش نہیں بلکہ صحیح تر یہ ہے کہ اس میں اور ہمارے نصب العین میں ...... تضاد کی نسبت ہے ...... یہ قوم یا نیشنلزم کے دریا میں ڈوبے گی یا سوشلزم کے سیلاب میں بہے گی ...... اور دونوں ہی ..... کا نتیجہ مسلمانوں کا جزوی یا کلی ارتداد ہے۔"

سجاد صاحب نے اپنے مضمون میں لکھا ہے کہ "والد ماجد کو اس تہذیبی ارتداد کا مداوا تبلیغی محنت کی شکل میں نظر آیا اور اس بارے میں انھیں مکمل انشراح و اطمینان تھا۔" اسی کیفیت کو مرتب شمارہ مکمل یکسوئی سے تعبیر کرتے ہیں۔ تبصرہ نگار کی نظر میں نہ یہ مکمل انشراح تھا نہ کامل یکسوئی۔ اس لیے کہ اگر ایسا ہوتا تو وہ اس کام سے جڑنے کے بعد سجاد صاحب کے لفظوں میں "ہندوستان کے افق پر منڈلانے والے متحدہ قومیت اور برہمنی کلچر کے خطروں کو محسوس نہ کرتے اور ان کے مقابلہ کی ہر ممکن تدبیر نہ کرتے۔" (ص ۳۱۹) اور عتیق الرحمٰن صاحب کے لفظوں میں "مسلمان بچوں کے دین و ایمان کو ان خطرات سے محفوظ کرنے اور مسلم کش فسادات نے اس یکسوئی میں فرق ڈالا۔" (ص ۶۳۷) یکسوئی کا یہ فرق ایک دوسری تعبیر کے نتیجہ میں عدم یکسوئی پر دلالت کرتا ہے اور اس کی دلیل بانی الفرقان کا یہ قول ہے کہ "آج کے حالات میں ضرورت ہے ایک ہمہ گیر دعوت لے کر اٹھنے اور جدوجہد کا ایک مختلف نظام قائم کر دینے کی۔" چنانچہ اصلاح امت کے لیے انھوں نے تبلیغی جماعت کی راہ اختیار کی اور ملی سیاست کے لیے جمعیۃ العلماء سے وابستہ ہوئے

صحافتی و علمی سطح سے اصلاح کے لیے الفرقان جاری رکھا اور امت کے اجتماعی مسائل کے حل کے لیے مسلم مجلس مشاورت اور رابطہ عالم اسلامی جیسے اداروں کی تاسیس و تحریک میں شریک رہے نیز تعلیمی محاذ پر امت کے درد کا درماں کرنے کی خاطر دارالعلوم دیوبند کی شوریٰ سے وابستگی برقرار رہی۔

اس شمارہ کے زیادہ تر مضامین میں جماعت اسلامی کے نصب العین سے للہی محبت اور والہانہ عقیدت و وابستگی کے باوجود مولانا مودودی کی اہلیت قیادت سے غیر مطمئن ہو کر جماعت سے علٰحدہ ہونے کا ذکر ہے۔ اس ضمن میں مولانا مرحوم کا ایک بیان فاضل مرتب نے یہ نقل کیا ہے کہ مولانا مودودی کو جماعت کی امارت کے لیے موزوں ترین آدمی میں نے سمجھا تھا" اب ..... مجھے معلوم ہوا کہ ان کا حال وہ نہیں ہے جو ان کے بتلانے سے میں نے سمجھا تھا" (ص ۶۲۷) مولانا مودودی کے بارے میں یہ بیان درایت کے اعتبار سے انتہائی کمزور ہے خصوصاً "ان کے بتلانے سے" کا فقرہ۔ مولانا نعمانی نے اپنے حسن ظن کی بنا پر یہ رائے دی ہوگی ورنہ اگر ان کے علم کا ذریعہ مولانا مودودی کی اپنی اطلاع یا خبر تھی تو محض یہ بات دستور جماعت کی رو سے قیادت کے لیے ان کی نااہلیت ثابت کرتی تھی۔

اس شمارہ کی قابل ذکر باتیں تو اور بھی ہیں مگر اس مختصر تبصرے میں صرف اس جملہ معترضہ کے ذکر ہی کی گنجائش ہے جو مرتب کے آخری مضمون میں ٹیپ کے بند کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان کو مولانا مودودی کی سب سے زیادہ قابل اعتراض بات ان کا انداز تکلم معلوم ہوا۔ لکھتے ہیں "معلوم ہوتا ہے کہ کوئی آدمی آسمان ہفتم سے بول رہا ہے اور باقی ساری دنیا بونوں اور احمقوں پر مشتمل ہے"۔ ان کے نزدیک مولانا کی دوسری قابل اعتراض بات ان کی تحریروں میں طنز و تعریض کا انداز اور تیسری کمزوری تحریروں کا بے مغز ہونا ہے۔ تعجب ہے کہ مولانا نعمانی مرحوم کو اس طرز تکلم سے کوئی مناسبت تھی نہ وہ اس طنز و تعریض سے آشنا رہے۔ پھر بھی اپنے تمام تر فہم و فراست کے باوجود ان بے مغز تحریروں کے اسیر محض سحر کارانہ طرز کلام کی وجہ سے ہو گئے۔ مرتب نے مولانا نعمانی کی مولانا مودودی سے اس وابستگی کو "تقدیری امر" قرار دیا ہے (ص ۶۳۲) گویا ان کی اپنی سمجھ بوجھ کو اس میں دخل نہ تھا۔ اس

سے بڑھ کر اس موقف کی حقانیت اور صداقت کے حق میں اور کیا رائے دی جا سکتی ہے؟ وہ مزید فرماتے ہیں " مودودی صاحب کو قریب سے دیکھنے کے بعد طبیعت کو سخت دھکا لگا..... ایک بار قطعی مایوسی کا فیصلہ بھی کر لیا مگر دعوت کو برحق سمجھتے ہوئے دو ڈھائی سال کسی موزوں تر آدمی کی تلاش میں ناکامی کے بعد پھر طبیعت موصوف ہی کے لیے نرم ہوئی۔" (ص ۶۳۴)

دعوت اگر برحق تھی اور اس سے للٰہی تعلق بھی تھا تو یہ طرز عمل کیسے موزوں قرار پائے گا کہ کسی ایک شخص کی وجہ سے اس سے قطع تعلق کر لیا جائے جبکہ مقصد کسی شخص کے مقابلہ میں بہر صورت ارفع و اعلیٰ ہوتا ہے کسی اہل تر شخص کی قیادت میں اسے جاری رکھنا چاہیے تھا۔

(منور حسین فلاحی)

ید بیضا

ابوالمجاہد زاہد

ناشر: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز۔ نئی دہلی۔ ۲۵

طبع اول اکتوبر ۱۹۹۸۔ صفحات ۱۹۲۔ قیمت =/۸۰

زیر نظر شعری مجموعہ حلقۂ ادب اسلامی کے معروف اور بزرگ شاعر ابوالمجاہد زاہد (پ ۱۹۲۸ء) کا ہے۔ موصوف کی عمر کا بڑا حصہ مرکزی درس گاہ اسلامی رام پور میں درس و تدریس میں گزرا۔ انھوں نے نئی نسل کی ذہنی تربیت کے لیے بے حد دلکش نظمیں لکھیں ہیں جو نصاب تدریس کا جز بن گئیں۔ آج کل وہ مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز نئی دہلی کے زیر اہتمام شائع ہونے والی نصابی کتب کی ترتیب و تدوین نو میں جماعت اسلامی ہند کے شعبۂ تعلیمات کی معاونت کر رہے ہیں۔ تقریباً چالیس سال سے وہ ادارۂ ادب اسلامی کی مجلس اعلیٰ کے ایک معزز رکن ہیں۔

یہ شعری مجموعہ تین حصوں پر مشتمل ہے حصہ اول 'حرف تابندہ' کے عنوان سے ہے۔ یہ حمد، نعت اور منقبت پر مشتمل ہے۔ دوسرے حصّے کا عنوان ہے "شعلے" یہ غزلوں کے لیے مخصوص ہے۔ تیسرے حصے میں 'سنگ دیدہ' کے زیر عنوان نظمیں جمع کی گئیں ہیں۔ شروع میں مشہور نقاد ڈاکٹر ابن فرید نے ان کی شخصیت اور فن کا تعارف کرایا ہے۔